عائشہ بیگم
لیکچرار
شعبہ اردو، الخیر یونیورسٹی، بھمبر۔

اردو قصیدے میں رزمیہ کے عناصر

A Qasida as a single presiding subject, logically developed and concluded. Often it isa written in praise of a king or a nobleman. It is actually a form of Poetry of Pre - Islamic Arabia.Typically Qasida has one main theme on whole poetry is focus on its description and conclusion. The traditional Qasida keeps a single elaborated meter throughout the poem and every second line rhymes. This type of Poetry is considered to be one of the most elaborate in world. In Urdu Qasida is also used in the context of madih, in which poetry is for parsing a nobleman of a great leader or king. Sometimes Qasida also refers to the poetry in which a great event occurred in the history. Epic is a long narrative poem written in elevated style, in which heroes of great historical or legendary importance perform valorous deeds. The setting is vast in scope, covering great nations, the world, or the universe, and the action is important to the history of a nation orpeople

In urdu qasida there are elements of epic style whice clearly h arseen in the writings of famous writers like Soda, Mir Taqi Mir, Mushafi etc. The epic style of poetry can also been seen in the poetry of Ghalib and Bahadur Shah Zafar. The qasidas of these poets elaborates the deeds of warriors and heroes on a grand scale. These writers highlighted cultural norms, cultural values, particularly pertain to heroism in their qasida.

انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ جب بھی وہ کوئی کارنامے سرانجام دے تو اس کی تعریف و توصیف کی جائے انسان روز اوّل سے ہی کہانیاں، قصے اور داستانیں سننے اور سنانے کا مشاق رہا ہے۔ داستان گو چاہے دربارشاہی سے ہو یا مجالسہ عام سے ہو، وہ

اپنی بہادری اور عشق و محبت کے قصے و کہانیاں سے اپنی محفل سجایا کرتے تھے چاہے وہ بیانیہ ہو یا منظوم ہو۔

کسی قوم یا فرد کے زرم گاہ میں گراں قدر کارنامے منظوم انداز میں بیان کرنا رزمیہ شاعری ہے۔ یہ تاریخی، ثقافتی، تہذیبی ،معاشی، معاشرتی، سیاسی، لسانی، ادبی الغرض زندگی کے تمام پہلو نمایاں اثرات مرتب کرتی ہے۔ اس سے افراد و ملت میں وقار اور حب الوطنی کا جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

رزمیہ فارسی میں رزمی یا حماسہ، عربی میں حماسہ یا ملحمہ، ترکی میں داستان، انگریزی میں ایپک(Epic) کے مترادف ہے۔ رزمیہ کے معنی اہل لغت کی نظر میں یوں ہیں:

فیروزاللغات میں:

''رزمیہ۔ ا رزم سے نسبت رکھنے والا۔۲ جنگی داستان یا نظم۔''(۱)

اردو لغت میں:

''وہ نظم جس میں کسی بہادر یا بہادروں کے جنگی کارناموں کا بیان ہو۔''(۲)

A Dictionrary of Literary Trems میں:

"An Epic is a long narrative poem
on a grand scale about the
deeds of warrior and heroes"(3)

فارسی لغت:

''حماسہ نوعی از اشعار وصفی است کہ مبتنی بر توصیف اعمال پہلوانی و مرد انگیہا وافتخارات و بزرگیہای قومی یا فردی ''(۴)

(ترجمہ) حماسہ وصفی شاعری کی وہ قسم ہے جس میں کسی قوم یا فرد کے قابل دید کارناموں، بہادریوں، جرتوں اور عظمتوں کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہو۔

ان تمام تعریفوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رزمیہ شاعری ایسی شاعری ہے جس میں کسی قوم کی بہادری کے کمالات، تاریخی واقعات اور گراں قدر ہائے کارنامے کو منظر عام پر لانا۔

اردو اصناف رزمیہ ادب کو ایک منفرد مقام حاصل ہے ۔اس ادب سے انسان کی دلی مسرت ہونے کے ساتھ ساتھ فطر ی خواہشات کی بھی تکمیل ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کو آفاقیت اور ادب عالیہ کا درجہ پر فائز ہے۔ دیگر اصناف کی طرح قصیدے میں رزمیہ کے عناصر واضح نظر آتے ہیں۔ رزمیہ عناصر پر روشنی ڈالنے سے قبل قصیدے کا مختصر جائزہ لیے جائے۔

اصطلاح میں کسی شخص کی تعریف و توصیف میں لکھے جانے والے اشعار کو قصیدہ کہتے ہیں۔ یہ عربی زبان کی اہم صنف سخن ہے

۔عربی سے فارسی اور اس کے اردو میں آئی۔اسی وجہ سے اردو قصیدہ گو شعراء پر فارسی کے اثرات نمایاں ہیں۔
بقول ابو اعجاز حفیظ صدیقی:

''فارسی نمونوں کی تقلید کا نتیجہ یہ ہوا کہ قصیدہ کو ایک سرکاری درباری صنف سخن سمجھ لیا گیا''(۵)

قصیدے کا زیادہ تر تعلق امراء اور سلاطین کے دربار سے رہا جس کی بدولت درباری شعراء نے اپنے پیشہ وارانہ رقابتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قصیدہ کو بنیادی جز قرار دیا۔امراء اور سلاطین کے قصائد میں حقیقی جذبات کم پائے جاتے ہیں۔البتہ درباری قصیدے کی ایک خوبی یہ ہے کہ الفاظ میں ندرت، پرجوش اسلوب بیان، جدت تخیل کے ساتھ ساتھ تراکیب، تشبیہات اور استعارات کے استعمال لازمی قرار دیا جاتا ہے۔انہی صفات کی روشنی میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

''شوکت لفظی، علومضامین اور زور بیاں قصیدے کی خاص صفات ہیں''(۶)

قصیدہ اصناف شعری میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔اس کے طرز بیان میں سادگی نہیں ہوتی پیچیدگی اور ندرت کی جلوہ گری اس کی خاصیت لازمہ ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی قصیدہ کی خاصیت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''قصیدے کا طرز بھی سادہ اور براہ راست نہیں ہوتا بلکہ پیچیدہ اور بلند آہنگ ہوتا ہے۔''(۷)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قصیدے میں دیگر خوبیوں کی طرح شوکت الفاظ اور اسلوب بیاں کی ہمہ گیری ایک اہم خوبی ہے جو رزمیہ شاعری کو دوسری شاعری سے منفرد کرتی ہے۔اردو قصیدہ کے اجزائے ترکیبی میں تشبیب، گریز، مدح، عرض مطلب اور دعا ہیں۔

تشبیب: مطلع یا تمہیدی اشعار کو کہا جاتا ہے۔

گریز: ممدوح کی مدح کی جانب گریز آتی ہے۔

مدح: شجاعت، انصاف، بہادری، سخاوت، تلوار، گھوڑے، ہاتھی، جنگی اوزار، جنگی فتوحات اور کارنامے ساری چیزیں مدح میں آتی ہیں۔

عرض مطلب اور دعا: اس میں شاعر اپنے قصیدے کے اختتام پر ممدوح کے لیے جو دعائیں اور اظہار مطالب کرتا ہے۔

رزمیہ شاعری کو واقعہ نگاری کی بھی ایک صنف قرار دیا۔اس میں فکر کے بلند درجات دکھائی دیتے ہیں اگر چہ اس میں مبالغہ آرائی کا اہم دخل ہے لیکن اس مبالغے میں ندرت، خلوص فکر، زور بیان اور معنونیت ایسی ہے کہ حقیقت کا احتمال ہونا لگتا ہے

ابتداء میں قصیدہ کو بہت ترقی ہوئی اردو میں سب سے پہلے قلی قطب شاہ نے حمد، نعت اور منقبت میں قصائد لکھے۔ اس کے بعد سلطان علی شاہ نے حمد، نعت، مدح حضرت علیؓ، بارہ اامام اور محبوبہ کی تعریف کے حوالے سے قصائد تحریر کیے۔اسی دور میں نصرتی نے بھی بارہ قصائد قلمبند کیے جن میں سے چھ علی نامہ میں موجود ہیں۔نصرتی کو بہت بلند پایہ قصیدے نگار میں شمار کیا جاتا ہے۔اسی حوالے سے ڈاکٹر بیگ احساس یوں لکھتے ہیں:

''نصرتی کے قصائد اتنے بلند پایہ ہیں کہ بساتین السلاطین میں محمد ابراھیم زبیری نے خاقانی کا مدمقابل قرار دیا۔(۸)

علی نامہ میں نصرتی نے عادل شاہ کے جنگی کارنامے کی وضاحت کرتے ہوئے جنگی تیاری، جنگی لوازمات اور آلات ونتائج کا بھی بخوبی جائزہ لیا۔ان کے قصائد رزمیہ شاعری کے کمالات سے بھرپور ہیں۔ بقول عبدالحق:

”رزمیہ واقعات کے بیان میں نصرتی کو خاص کمال ہے وہ فوجوں کی آمد، جنگ کے زور شور اور ہنگامہ خیزی سے بیان کرتا ہے کہ آنکھوں کے سامنے نقشہ کھنچ جاتا ہے“(۹)

نصرتی نے جنگ کے موقع پر تلوار جو کمالات اور جوہرات اپنے شعر میں یوں بیان کیے۔

جھوما جھوم دو دھرتے اکر لگی

اگن خوب شمشیر کی دھک دھگی (۱۰)

ان کے قصیدے طویل، پرکشش اور ادبی عظمت سے مالا مال ہیں۔ رزمیہ شاعری میں عمدہ تراکیب، علم بیان، اور الفاظ کو پر زور انداز سے بیان کرنا نصرتی کا کمال ہے۔عادل شاہی حکمرانی میں زوال آگیا تو گولکنڈہ اور بیجاپور میں مغلوں نے حکومت قائم کی۔اس کے بعد ولی نے قصائد کی طبع آزمائی کی۔انھوں نے حمد، نعت مدح اور منقبت میں قصائد تحریر کیے۔اگرچہ یہ قصائد تعداد میں زیادہ نہیں ہیں اور نہ ہی زبان پرشکوہ لیکن اس کے باوجود ان کے قصائد اور غزلیات میں واضح فرق دکھائی دیتا ہے آگے چل کر سودا، میر، ذوق اور غالب نے اس روایت کو برقرار رکھا۔

سودا نے چالیس ۴۰ سے زائد قصائد قلمبند کیے جن میں سے چودہ ۱۴ قصائد نبی کریم ﷺ اور آئمہ کرام کی شان مبارک میں تحریر کیے۔ پچیس ۲۵ قصائد بادشاہوں، وزراء اور امراء کی تعریف وتوصیف میں لکھے۔اس کے علاوہ عہد کے حالات و واقعات کے حوالے سے بھی دو قصائد تحریر کیے۔سودا اردو کا پہلے شاعر تھے جنہوں نے قصیدہ نگاری پر بھرپور توجہ دی اور عروج و بلندیاں کے معیار تک لے گئے ۔سودا کے انہی کمالات سے ان کے قصائد کو بہت شہرت حاصل ہوئی اگرچہ ان کے قصائد ندرت، بلند آہنگی اور جدت جیسی خوبیاں سے مالا مالا ہیں۔اس کے علاوہ ان کے کلام میں تلمیحات ،تشبیہات، استعارات اور تراکیب کا استعمال کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر شمس الدین صدیقی یوں لکھتے ہیں :

”قصیدوں کے لیے جو معیار سودا کے پیش نظر تھا ان کے لحاظ سے ان کے قصیدے جانچے جائیں تو معلوم ہوگا کہ وہ ہر طرح معیاری ہیں۔اکثر قصیدوں کے مطلع ایسے ہیں جو قاری یا سامع کی توجہ کو فوراً اپنی گرفت میں لے لیتے تھے خواہ خیال کی ندرت کی وجہ سے یا بیان کی جدت یا زبان کی برجستگی و شگفتگی کے سبب۔مثلا:

حسن بتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو   چہرہ مہروش ہے ایک سنبل مشک فام دو

میں، کتاں، بلبل و پروانہ، یہ ہم چاروں ایک   یار و مہتاب و گل و شمع بہم چاروں ایک

تشبیب میں سودا نے اس قدر تنوع برتا ہے، ایسی ایسی جدتیں پیدا کی ہیں، ایسے زور بیان، مضمون آفرینی،

خیال بندی اور ندرت تشبیہ واستعارہ کا صرف کیا ہے کہ وہ اپنی نظیر آپ بن کر رہ گئی ہے۔''(۱۱)

اس کے علاوہ سودا نے اپنے قصیدہ میں نواب شجاع الدولہ کی بہادری، میدان جنگ کے مناظر اور جنگی آلات کے استعمال کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا۔ ان آلات میں بندوق، تیر، توپ، گولے، بان، شتر نال، تلوار، گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ شامل ہیں۔ اس جنگ میں گولہ و بارود کی ایسی بوچھاڑ اس طرح کردی کہ بندوقوں، تلواروں اور تیروں چلانے کی ہی نوبت نہیں آئی کیا خوب اشعار کہے

بارود وگولہ توپ میں تھا یا وہ باد تھی

جس نے کہ قوم عاد اوڑائی تھی جوں غبار

فرصت کسو نے اتنی نہ پائی کہ وہ کرے

بندوق و تیر و تیغ سے جا اونمیں کا راز (۱۲)

میر تقی میر چونکہ قناعت پسند، خوددار اور آزاد شاعر تھے اگر چہ اُن کے قصائد زیادہ نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ امراء کی تعریف وتوصیف کے خلاف تھے۔ انھوں نے چار قصیدے آئمہ کرامؑ کی منقبت میں، دو نواب آصف الدولہ کی مدح میں اور ایک شاہ عالم کی تعریف وتوصیف اور ایک در شکایت نفاق یاران کے عنوان سے تحریر کیے۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

''یہ مسلم ہے کہ میر کی طبیعت قصیدے کے لیے موزوں نہ تھی انھوں نے ایک شعر میں خود کہا ہے

مجھ کو دماغ وصف گل و یاسمین نہیں ------ میں جوں نسیم باد فروش چمن نہیں''(۱۳)

میر کا رزمیہ جو حضرت علیؑ کی منقبت میں لکھا جس کا عنوان ہے''جب سے خورشید ہوا افرزجمل''اس میں حضرت علیؑ کی تلوار کی کاٹ اور دشمن پر قہر جس پُر انداز اور پُر جوش خیالات کا اظہار ان اشعار سے کیا ہے۔

کھل گیا دوش سے لے تا کمر اللہ اللہ

ایک زخم ہے دشمن کے گلے کی ہیکل

برہمی کار گہ رزم کی مت پوچھ کہ تھا

کوہ پر کوہ فلک پر تھی زمین دل پر دل (۱۴)

اس کے علاوہ شاہ عالم ثانی کے گھوڑے اور نواب آصف الدولہ کی تلوار کا ذکر بھی رزمیہ انداز میں کیا ہے۔ سودا کے مقابلے اتنی بلند آہنگی نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے اپنا مشن جاری رکھا۔ میر اور سودا کے عہد میں دوسرے شعراء میں قائم چاندی پوری ، میر ضمیر الدین اور جعفر علی حسرت نے قصیدے کی روایت کو آگے بڑھا۔ انشاء اللہ انشا کے قصیدے میں بلند آہنگی اور زورِ تخیل میں رزمیہ عناصر واضح نظر آتے ہیں۔ انھوں نے چار منقبت، دو سعادت علی خان، ایک بادشاہ عالی گوہر، ایک بادشاہ انگلستان، ایک شہزادہ سلیمان اور ایک دلہن جان رزمیہ قصیدے تحریر کیے۔ رزمیہ عناصر ان کے نیزہ اندازی اور توپ خانوں میں واضح نظر آتی ہے۔ انشا اللہ انشا نے ''دلہن جان'' کے قصیدے میں اس دور کی تہذیب وثقافت کو مدنظر رکھتے ہوئے آلات وموسیقی، زیورات اور عورتوں کے حسن و جمال کی

ایسی تصویر کشی کی ہے کہ آنکھوں کے سامنے پورا منظر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ انشا نے اپنے کلام میں تشبیہات استعارات، محاورات اور ضرب الامثال کا بھی استعمال کیا ہے۔ان کے قصائد میں پُر جوش اسلوب اور شوکت لفظی کی خوبیاں نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔

یہی تو تین ہٹیں ہیں جہاں میں مشہور

وہ کون راج ہٹ اور بال ہٹ کہ تریا ہٹ (۱۵)

مصحفی بھی ایک کامیاب قصیدہ نگار تھا اُن کے قصیدوں میں رزمیہ شاعری کے عناصر نمایاں نظر آتے ہیں۔ان کے قصائد تین دیوان پر مشتمل ہیں پہلے دیوان میں ۲۴، دوسرے دیوان میں ۱۶ اور تیسرا دیوان میں ۴۴ موجود ہیں کلیات مصحفی میں ۸۶ قصائد ہیں ان قصیدے میں کشادگی ،فراخی دلی اور خوش طبعی کے عناصر بھی پائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ فارسی اور ہندی الفاظ کا استعمال بھی کیا ہے۔

مصحفی کے کلام رزمیہ عناصر اور تاریخی صداقتوں کی واضح جھلکیاں نظر آتی ہیں مثلاً تلوار، گھوڑے، ہاتھی اور آلات جنگ وغیرہ حضرت علیؓ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ کیا خوب صورت شعر:

قوت باوز احمد ﷺ علیؓ عالی قدر

شیر میدان دغا صف شکن جنگ جمل (۱۶)

مومن خان مومن نے سات قصائد حمد، نعت اور منقبت کے حوالے سے تحریر کیے اس کے علاوہ ایک قصیدہ راجہ جیت سنگھ اور ایک قصیدہ محمد وزیر خان نصرت جنگ والی ٹونک کے حوالے سے لکھے۔ مومن خان مومن کے قصائد میں ممدوح کی تعریف اور آلات جنگ رزمیہ کے نمایاں عناصر ہیں۔ نواب محمد وزیر خان جنگ کی فتح، شجاعت و بہادری اور جنگی مہارت جیسی خوبیاں اس عمدہ مثال ہے

شعر:

اُس نے شمشیر جب علم کی ہے

گاؤ گردوں ہوئی ہے قربانی (۱۷)

مومن کے کلام کی ادبی عظمت پُر جوش اسلوب کے شعری لوازم سے لگایا جاسکتا ہے۔

شیخ محمد ابراہیم ذوق کا قصیدہ نگاری اہم مقام حاصل ہے انھوں نے ۳۳ سے زائد قصائد قلمبند کیے۔ان کے قصیدے سادہ اور معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ رزمیہ عناصر بھی نمایاں ہیں انھوں نے ہاتھی، گھوڑے اور آلات جنگ کی پُر جوش انداز میں تعریف کی ہے۔اس کے علاوہ ابوظفر بہادر کی شان لکھے گئے قصیدے میں تلوار کی تعریف یوں کرتے ہیں

شعر:

تری شمشیر کو خون عدو روز مباح

یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال (۱۸)

ذوق کے بعد امان سحر لکھنوی نے دس قصائد لکھے ان میں سے کچھ نامکمل اور مختصر بھی ہیں
مرزا اسد خان غالب نے بھی قصائد لکھے جن میں سے دو قصیدے حضرت علیؓ کی شان میں اور دو قصیدے بہادر شاہ ظفر کی مدح میں قلمبند کیے۔ اگر چہ یہ تعداد میں کم ہیں لیکن ادبی خصوصیات کے حامل ہیں انھوں نے حضرت علیؓ کی عظمت کو جس عقیدت و جامعیت اور فصاحت وبلاغت سے یوں بیان کی ہے

شعر:

مظہر فیض خُدا، جان و دل رسل
قبلہ آل نبی، کعبہ ایجاد و یقین (۱۹)

اس کے علاوہ بہادر شاہ ظفر کی تعریف میں ان کے زور باوز، ہاتھی، گھوڑے، تیر اور تلوار میں رزمیہ عناصر کو پُر جوش انداز میں بیان کیا ہے۔ غالب کے قصائد میں ایجاد واختصار کے ساتھ ساتھ اُن کا کلام پُر تاثیر اور عظمت سے ہمکنار ہے۔ ان کلام میں جو عمدہ تراکیب، ردیف و قافیہ اور تشبیہات واستعارات کا استعمال کیا گیا ہے۔ وہ فنی عظمت کے باعث ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رزمیہ شاعری کا اُردو ادب میں ایک اہم مقام حاصل ہے نہ صرف قصیدے میں بلکہ مثنوی میں بھی رزمیہ شاعری کے عناصر نمایاں ہیں۔۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو ادب میں رزمیہ کا دامن بہت وسیع ہے۔

حوالہ جات

۱۔ " فیروزاللغات " فیروزسنز، لاہور، ۲۰۰۵ء ص۹۴۹

۲ ۔ " اُردولغت " جلد دہم، اُردولغت بوڑد کراچی، ۱۹۹۰ء ص۵۷۸

۳۔ "A Dictionary of Licterary terms" Newzealand , 1985,p.225

۴۔ صفا، ذبیح اللہ، ڈاکٹر، "حماسہ سرائی درایران" ایران، ص۳

۵۔ ابواعجاز حفیظ صدیقی، "اصناف ادب" سنگت پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۶ء ص۱۴۷

۶۔ عبدالحق ،مولوی، ڈاکٹر، "نصرتی" انجمن ترقی اُردو ہند، ص۲۷۳

۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، "تاریخ ادب اُردو" (جلد دوم) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۷ء ص۶۹۷

۸۔ بیگ احساس، ڈاکٹر، "نصرتی کی قصیدہ نگاری" مشمولہ دریافت، شمارہ نمبر ا،نمل، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء ص۳۴۴

۹۔ عبدالحق ،مولوی، ڈاکٹر، "نصرتی" انجمن ترقی اُردو ہند، ص۲۷۳

۱۰۔ نصرتی، محمد نصرت، "علی نامہ" (مرتبہ عبدالمجید صدیقی) حیدرآباد، دکن، ۱۹۵۹ء، ص۶۵

۱۱۔ شمس الدین، ڈاکٹر، "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" (جلد دوم) پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۱ء ص۸۲

۱۲۔ سودا، محمد رفیع، مرزا، "کلیات سودا" (جلد اول) مکتبہ شعر وادب، لاہور، ص۲۸۸

۱۳۔ سیداللہ، ڈاکٹر، "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" (جلد دوم) پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۱ء ص۱۰۰

۱۴۔ میر تقی میر، "کلیات میر" (جلد پنجم) مرتبہ کلب علی خان، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۲ء ص۲۰۸

۱۵۔ انشاء، انشاءاللہ خان، "کلام انشا" مرتبہ مرزا محمد عسکری، الہ آباد، ۱۹۵۲ء ص۳۲۲

۱۶۔ مصحفی، غلام ہمدانی، "کلیات مصحفی" (جلد نہم) مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن نقوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۹ء ص۶۵

۱۷۔ مومن، مومن خان، "کلیات مومن" (جلد دوم)، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۴ء ص۸۹

۱۸۔ ذوق، محمد ابراھیم، "قصائد ذوق" مرتبہ ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان، نظامی پریس، لاہور، ۱۹۶۲ء ص۴۷

۱۹۔ غالب، اسداللہ، "دیوان غالب نسخہ " مرتبہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء ص۱۰۸